زبانِ دہلی، ڈپٹی نذیر احمد اور سیّد ضمیر حسن

ڈاکٹر سفینہ
ذاکر حسین دہلی کالج، دہلی یونیورسٹی، دہلی۔110001

سیّد ضمیر حسن دہلوی ڈپٹی نذیر احمد کی روایت کے پاسدار اور اُن کے خوشہ چیں تھے۔ وہ تاعمر دلّی کی زبان کو جلا بخشتے رہے۔ ان کو اپنی زبان سے بے پناہ محبت تھی جو کافی حد تک ڈپٹی صاحب اور ان کے بزرگوں کا ورثہ تھی اور آج کے دور میں اگر دلّی اسکول اور دلّی کی تہذیب کی بات کریں تو سیّد ضمیر حسن دہلوی کے بعد یہ محفل ویران نظر آتی ہے۔ انھوں نے زبان پر خصوصی توجہ دی۔ اُن کا خیال تھا: ''زبان کہانی لکھنے کا اوزار ہے۔'' ضمیر صاحب نے ہمیشہ زبان کی نوک پلک سدھارنے کی کوشش کی۔ وہ کہتے تھے کہ ''غلط زبان پڑھ کر طبیعت مکدر ہو جاتی ہے۔'' ان کو وہی لوگ زیادہ پسند تھے جو اچھی زبان لکھتے اور بولتے تھے۔ سیّد ضمیر حسن دہلوی کو دلّی اور دلّی کی زبان بے حد عزیز تھی۔ زبان پر محنت کرنے اور اپنی تحریریں نئی نسل کے لیے چھوڑنے کی وجہ یہ تھی کہ زبان میں کوتاہی نہ ہو۔ ان کی تحریریں بطور نمونہ ان کے بعد کی نسل کے لیے کام آئیں۔ زبان کے بارے میں ضمیر صاحب کے خیالات ملاحظہ فرمائیے:

> ''بہر حال اچھا برا، کم و بیش جو کچھ لکھا ہے، اس لیے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ مجھے خود پر نہ سہی دلّی پر پورا اعتماد ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ میں دلّی کی زبان لکھتا ہوں خدا جانے، صحیح یا غلط البتہ دل یہ ضرور چاہتا ہے کہ زبان و بیان کا یہ سلسلہ آگے بھی چلتا رہے۔ نئی نسل زبان سے نابلد ہوتی جاتی ہے۔ اس لیے ان کے سامنے ٹوٹی پھوٹی زبان کا یہ نمونہ چھوڑنا چاہتا ہوں۔'' (دلّی والیاں، ضمیر حسن دہلوی، ص:۱۲)

ڈپٹی صاحب اور ضمیر صاحب کی زبان بعض مقامات پر اتنی نسائی معلوم ہوتی ہے کہ ریختی یاد آجاتی ہے۔ بقول ضمیر صاحب ''نذیر احمد سے اردو ادب میں ناول اور زنانے لٹریچر کا آغاز ہوا تھا۔''
(فکرِ نو، ص:۵۲، ۲۰۱۲ء)

ڈپٹی صاحب نے عورتوں کی لغت کا ایک نیا باب روشن کیا تو ضمیر صاحب نے اس باب میں اور اضافے کیے۔

ڈپٹی نذیر احمد کے ناول اصلاح کی غرض سے لکھے گئے تھے تو ضمیر صاحب نے عورتوں کے استحصال کے خلاف احتجاج کی صدائیں بلند کیں۔ ان دونوں کے یہاں عورتوں کی محاورہ بندی، جملے بازی، زبان دانی جا بجا موجود ہے۔ ڈپٹی صاحب کے کرداروں کی طرح ضمیر صاحب کے کردار بھی اپنی گفتگو میں ایک خاص اثر رکھتے ہیں۔ ان دونوں کے یہاں مرد اور عورتوں کے محاورات میں فرق ہے۔ عورتوں کے محاورات اور مکالمات مردوں کے مقابلے میں زیادہ جاندار، زندہ اور پائندہ رہنے والے ہیں۔

محاورہ دانی کا شوق ڈپٹی صاحب کے ہی اثرات ہیں جو ضمیر صاحب نے قبول کئے ہیں۔ ڈپٹی نذیر احمد کے بارے میں فرحت اللہ بیگ نے لکھا ہے:

> ''محاوروں کی بھرمار کے متعلق اکثر میرا اُن کا جھگڑا ہوا کرتا تھا۔ میں ہمیشہ کہا کرتا تھا، مولوی صاحب! آپ نے محاوروں کی کوئی فہرست تیار کی ہے اور کسی نہ کسی محاورے کو کسی نہ کسی جگہ پھنسا دینا چاہتے ہیں۔ خواہ اس کی گنجائش وہاں ہو یا نہ ہو۔ جنابِ والا! اہلِ زبان کو یہ دکھانے کی ضرورت نہیں کہ وہ محاوروں پر حاوی ہے۔ یہ صرف وہ لوگ کرتے ہیں، جو دوسروں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہم باہر والے نہیں ہیں۔ تھوڑی دیر تو حجت کرتے رہے اس کے بعد کہنے لگے ''اچھا بھئی تم ہی دہلی والے سہی۔ ہم تو اس طرح لکھیں گے جس طرح اب تک لکھا ہے۔ تم ہم کو دہلی والوں کی فہرست سے نکال دو، مگر میاں اپنا ہی نقصان کروگے۔'' (نذیر احمد کی کہانی، ص:۶۹)

جن محاوروں کی بھرمار کا ذکر ڈپٹی صاحب کے لیے فرحت اللہ بیگ نے کیا ہے وہی محاورہ سازی ضمیر صاحب کے یہاں بھی جا بجا موجود ہے۔

> ''وہ خلق کا حلق کس نے پکڑا ہے یہ سوچ کے دل سمجھا لیں، بازار کی گالی ہنس کے ٹالی۔ جب چاند چڑھے گا تو کل عالم دیکھے گا۔'' (ستوانسا شہزادہ، ص:۹۰ دلّی والیاں)

جہاں ڈپٹی صاحب کی زبان میں عربی آیات کا وفور اور انگریزی

الفاظ کی آمیزش ہے تو وہیں ضمیر صاحب قرآنی آیات سے تو بچ گئے، لیکن ہندی الفاظ کی آمیزش ان کے یہاں ضرور ملتی ہے۔ ڈپٹی صاحب کے ناولوں کی خصوصیت یا خامی ہے کہ انھیں اختصار کا ہنر نہیں آتا، ان کے برعکس ضمیر صاحب طول کلامی برداشت کرنے کے خوگر نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ضمیر صاحب کے یہاں یہ تبدیلی وقت کے اعتبار سے ہو۔ کیونکہ ڈپٹی صاحب کا وقت داستانوں کا تھا، انھوں نے ہی داستانی دنیا کے سحر کو پاش پاش کیا اور لوگوں کو یہ بتایا کہ ''وقت برباد کرنے والوں کو وقت برباد کر کے چھوڑے گا۔'' ان کے برعکس ضمیر صاحب کا دور ترقی پسند تحریک کے بعد کا دور تھا، ہر چیز میں تبدیلی ہو رہی تھی، جہاں افسانوں کو فروغ حاصل ہوا۔

دراصل ضمیر صاحب کے یہاں اختصار ان کے وقت اور حالات کی دین ہے۔ وہ اختصار کا ہنر تو جانتے ہی تھے، ساتھ ہی انھوں نے ڈپٹی صاحب کی طرح نثر میں بھی تشبیہات واستعارات کا خوب استعمال کیا۔

جہاں ڈپٹی صاحب کے یہاں طول کلامی کے باوجود اکتاہٹ نہیں وہاں ضمیر صاحب کے یہاں بھی اختصار کے باوجود دلچسپی میں کمی اور جھنجھلاہٹ نہیں ملتی۔ دونوں نے ہی اپنی اپنی تحریروں میں مزاح کا سہارا بھی خوب لیا ہے۔

کہیں کہیں تو ڈپٹی صاحب نے ایسے جملے لکھے ہیں کہ مسکراہٹ آ ہی جاتی ہے۔ ''نگاہ ایسی کمزور ہے کہ سوتے میں بھی عینک لگائے رہتے ہیں۔'' (ایامیٰ)

ضمیر صاحب کے یہاں بھی مزاح ڈپٹی صاحب سے کچھ کم نہیں۔

''خوشنودی جان کہتی تھیں، موٹی ٹھگنی اور موٹی عورت سے مرد نکاح کرے تو سہرے کے بجائے سر سے کفن باندھے۔''

(دلّی والیاں، ص:۱۰۴)

دوسری مثال ملاحظہ فرمائیے:

''یہ میری عمر کا وہ حصہ تھا جب آدمی اخلاقی مضامین اور پند ووعظ کے نام سے بھی چڑتا ہے، مگر بغاوت تو میں کر ہی نہیں سکتا تھا، بزدل تھا کم حوصلہ تھا، اس لیے ہزاروں صفحات نصیحتوں کے پی گیا اور ڈکار تک نہیں لی۔''

(مقدمہ دلّی والیاں، ص:۴، سیّد ضمیر حسن دہلوی)

اس سے بڑے مزاح کی اور کیا بات ہوگی کہ ڈپٹی صاحب کے پند و وعظ اور نصیحتوں کے ہزاروں صفحات کو ضمیر صاحب پی گئے۔ راقمہ نے بھی ڈپٹی صاحب کا مطالعہ کیا۔ یقین جانئے ایامیٰ کی دسویں فصل 'مولوی مقتدیٰ تعلیم صبر میں وعظ فرما رہے ہیں'، جب میں نے ناول ایڈٹ کرنے کی غرض سے پڑھی تو جھنجھلا گئی، کم علم تھی، کچھ سمجھ نہ پائی۔ مرتی کیا نہ کرتی، اس فصل کو کئی بار پڑھا، کچھ آیتیں ازبر ہوگئیں تو آسان لگنے لگیں، مگر پڑھ کر ہاضمہ کی قوت نہ جٹا پائی، یہ تو میرے استادِ محترم ضمیر حسن دہلوی صاحب کو ہی سزاوار تھا۔

ضمیر صاحب ڈپٹی صاحب کی نصیحتوں کو تو پی گئے، لیکن ایک آیت کو ڈپٹی صاحب اور ضمیر صاحب دونوں نے ہی استعمال کیا ہے۔ حالانکہ ڈپٹی صاحب کے یہاں تو قرآنی آیتیں کثرت سے موجود ہیں، لیکن ان کے برعکس ضمیر صاحب کے یہاں قرآنی آیات کا استعمال نہیں ملتا۔ اتفاقاً ضمیر صاحب نے ایک آیت کا استعمال کیا تو ہے، لیکن وہاں مزاح کا رنگ پیدا ہوجاتا ہے۔ بہرحال اس آیت کا استعمال دونوں کے یہاں موجود ہے۔

ڈپٹی صاحب نے ایامیٰ کی چھٹی فصل میں ''**الیوم اکملت لکم دینکم**'' استعمال کیا ہے۔

ترجمہ: ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر قبول کر لیا۔'' (سورۂ مائدہ، آیت:۳)

ان کے برعکس ضمیر صاحب کے یہاں اس کا مزاحیہ مطلب واضح ہوتا ہے، ''والد صاحب فرماتے تھے بس نذیر احمد کی تصانیف پڑھا کرو۔ **اکملت لکم دینکم**۔ (ص:۶، مقدمہ دلّی والیاں)

ڈپٹی صاحب جیسے محاورے، دلّی کی ٹکسالی زبان اور خالص دلّی میں بولے جانے والے لفظوں کا استعمال، یہاں تک کہ محاوروں کو ملا جلا کر کچھ کا کچھ کرنے کا سلیقہ بھی ضمیر صاحب کے یہاں موجود ہے۔

آیئے کچھ مثالیں بھی اس ضمن میں دیکھتے چلیں:

ڈپٹی صاحب نے محاورہ استعمال کیا ہے:

''نہ پائے رفتن نہ روئے ماندن'' اصل محاورہ ہے ''نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔''

ضمیر صاحب نے محاورہ استعمال کیا ہے:

''مزار پر روئے اپنے بھی نین کھوئے۔''

(سیّد ضمیر حسن دہلوی، دلی والیاں، ص:۲۵)

اور پھر اسی محاورے کو دوسری جگہ اس طرح سے استعمال کیا ہے:

''بیٹھے بیٹھے روئے اپنے بھی نین کھوئے۔''

(دلی والیاں، ضمیر حسن دہلوی، ص:۲۷)

جب کہ رائج محاورہ ہے ''اندھے کے آگے روئے اپنے بھی نین کھوئے۔''

ایک محاورہ ضمیر صاحب نے یہ بھی استعمال کیا ہے:

''گھوڑا گھاس سے دوستی کرے تو پیٹ کہاں رکھ آئے۔''

دلّی میں یہ محاورہ اس طرح رائج ہے ''گھوڑا گھاس سے دوستی کرے گا تو کھائے گا کیا۔''

'ہر شخص تھڑتھڑی پکارتا ہے' یہ محاورہ ضمیر صاحب اور ڈپٹی صاحب دونوں کے یہاں ملتا ہے، اس کے علاوہ ضمیر صاحب نے بھی ٹھان لی کہ ڈپٹی صاحب سے محاوروں میں پیچھے نہیں رہنا ہے۔ انھوں نے بھی چھانٹ چھانٹ کر ایسے ایسے محاورے استعمال کیے ہیں جو دہلی میں کثرت سے بولے جاتے ہیں۔

(۱) نہ باسی بچے نہ کتّا کھائے (۲) جب چاند چڑھے گا تو کل عالم دیکھے گا (۳) کوئی نھی کی جنیں تو تھیں نہیں (۴) داتا دے بھنڈارے کا پیٹ پھٹے وغیرہ۔

ڈپٹی صاحب نے ایک لفظ 'سوفتہ' استعمال کیا ہے، جس کے معنی 'سنّاٹے' کے ہیں، یہ خالص دلّی میں بولا جانے والا لفظ ہے۔ جو ڈپٹی صاحب کے علاوہ ضمیر صاحب نے بھی استعمال کیا ہے۔ پرانی دہلی میں اَب بھی رائج ہے اور اکثر سوفتہ، سنّاٹا ایک ساتھ بولا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ ڈپٹی صاحب نے رانڈ بیوہ دو لفظوں کو ایک ساتھ استعمال کیا ہے، جبکہ رانڈ اور بیوہ کے معنی ایک ہی ہیں جہاں ایک لفظ سے کام چل سکتا تھا وہاں ڈپٹی صاحب نے دو لفظوں کو ایک ساتھ استعمال کیا ہے اور ضمیر صاحب کے یہاں بھی لفظ رانڈ بیوہ ایک ساتھ ملتا ہے۔ اور آج تک پرانی دہلی میں ایک ساتھ ہی رائج ہے۔

ڈپٹی صاحب اور سیّد ضمیر حسن دہلوی کے بارے میں قمر رئیس کا خیال ہے:

> ''نذیر احمد کے تمام ناقدین نے مکالمہ نگاری پر ان کی قدرت کا اعتراف کیا ہے، اپنی اس صلاحیت سے انھوں نے اپنے اصلاحی قصوں میں جو فائدہ اُٹھایا ہے وہ پریم چند کے علاوہ اُردو کے کسی افسانہ نگار کو میسر نہیں ہوا۔ مولانا کو دہلی کی زبان اور روزمرّہ اردو محاوروں پر قدرت حاصل تھی۔ ان کے قصوں میں مسلم گھرانوں کی عورتوں کی بول چال اور ادائے گفتگو کے ہو بہو مرقع ملتے ہیں۔ ان کی لڑائی جھگڑے، دعائیں اور کوسنے، تیزی اور طراری، نرمی اور گرمی غرض ہر حالت اور کیفیت کا مخصوص لہجہ و زبان و بیان مولانا کے قصوں میں بعینہٖ نظر آتا ہے۔ ان مکالموں کی مدد سے مولانا نے اپنے کرداروں کی سیرت، ان کے جذبات اور خیالات کی مصوری بھی کی ہے اور اپنے مقصد کی تعمیر اور اشاعت کی۔''
>
> (پریم چند کا تنقیدی مطالعہ بہ حیثیت ناول نگار، ص:۱۰۱)

جہاں قمر صاحب نے ڈپٹی صاحب پر قلم اُٹھایا ہے، وہیں وہ ڈپٹی صاحب کی روایت کے پاسدار سیّد ضمیر حسن دہلوی کے بارے میں اپنے خیالات صاف گوئی سے ظاہر کر دیے ہیں۔

> ''سیّد ضمیر حسن دہلوی کے افسانوں میں پرانی دلّی کے مخصوص کردار اور رسم و رواج سانس لیتے ہیں اور اپنے ساتھ پرانے ماحول کو بھی زندہ کر دیتے ہیں، لیکن ان کی کہانی کا اصل جوہر ان کی دہلوی زبان، روزمرّہ اور شگفتہ اسلوب جو قاری کو اپنے ساتھ بہالے جاتا ہے۔ ان کے افسانوں میں دلّی کی مخصوص فضا ملے گی اور اس کے ساتھ ساتھ افسانہ نگار کی گہری انسانی ہمدردی بھی نمایاں نظر آئے گی۔ (دلّی والیاں، سیّد ضمیر حسن دہلوی، از: ڈاکٹر قمر رئیس، ص:۱۶۷)

ڈپٹی صاحب اور ضمیر حسن دہلوی کے بارے میں قمر رئیس صاحب کا بیان حقیقت پر مبنی ہے۔۔

اس بات میں کوئی دو رائے نہیں کہ ڈپٹی صاحب کی زبان جو خالص دلّی کی ٹکسالی زبان تھی ضمیر صاحب نے اس کے خوب اثرات قبول کیے۔ ڈپٹی صاحب کے اثرات اور ان کی مماثلتیں ضمیر صاحب کے یہاں صاف صاف دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس ضمن میں ضمیر حسن دہلوی صاحب کی پیشین گوئی کا حوالہ دوں گی جو سو فیصد حقیقت پر مبنی ہے۔

> ''جوں جوں زبان کے عناصر زیر بحث آئیں گے اور دہلوی نثر نگاروں پر تفصیلی، تحقیقی کام کیا جائے گا، نذیر احمد کی زبان کا چرچا عام ہوگا۔ دلّی کے سب ہی نثر نگاران کے مرہونِ منّت ہیں۔''
>
> (نذیر احمد کی زبان و بیان، سیّد ضمیر حسن دہلوی، فکر نو ع ۱۳۔۲۰۱۲ء، ص:۵۲)

> بلا شبہ دلّی کے سب ہی نثر نگار ڈپٹی صاحب کے مرہونِ منّت ہیں، لیکن اس کے باوجود ضمیر صاحب پر ڈپٹی صاحب کا رنگ خاصا گہرا معلوم ہوتا ہے۔ ان کے دم سے دہلی کی زبان کا چرچا تھا اور ان کے بعد یہ محفل اجڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے جس کا اندازہ خود ضمیر صاحب کو بھی خوب تھا۔

جگ میں ضمیر تمہارے دَم سے اُجڑے دیار کا چرچا ہے
ورنہ اس کے چاہنے والے کب کے قبرستان گئے

○○

○○